

## عہد نبوی میں نظام تعلیم و تربیت کی اہمیت

مولانا ظفر وارک قاسمی

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانے میں پیدا ہوئے اس وقت مکہ بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کعبہ میں تین سوساٹھ بت تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تمغہ امتیاز صرف یہ تھا کہ اس صنم کدے کے متولی اور کلید بردار تھے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک غار تھا جسے حراء کہتے ہیں، آپ وہاں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان لے جاتے، بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ غار میں ”تحت“ یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ عبادت غور و فکر اور عبرت پذیری تھی؛ چنانچہ اس غار میں آپ کو نبوت کے عظیم ترین منصب پر فائز کیا گیا۔ نبوت کے بعد جو حالات پیش آئے وہ کسی بھی طالب سیرت کی نگاہ سے مخفی نہیں ہے؛ چنانچہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کوئی متعین تعلیمی و دعوتی مرکز نہ تھا، جہاں رہ کر وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھتے۔ درحقیقت مکی دور میں خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی متحرک درس گاہ تھی۔ سفر و حضر، دن اور رات ہر حال اور ہر مقام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات دعوت و تبلیغ تھی۔ صحابہ کرامؓ عام طور پر چھپ کر ہی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ کفار مکہ کی ستم رانیوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ مکی دور کے ایسے مقامات اور حلقہ جات کو دعوت و تبلیغ کے مراکز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں اسلام کی نشر و اشاعت کا کام ہوتا رہا، بنا بریں۔ سطور ذیل میں کے کے تعلیمی و تربیتی نظام پر روشنی ڈالی جائے گی۔

درس گاہ بیت ابو بکر:..... کئی دور میں دعوت و تبلیغ کا اولین مرکز حضرت صدیق اکبرؓ کا گھر تھا، آپ نے گھر کے صحن کو مسجد بنا رکھا تھا۔ ابتدا میں یہ ایک کھلی جگہ تھی جس میں آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے۔ عام طور پر آپ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو کفار مکہ کے بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہو کر قرآن سنتے۔ جس سے وہ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہوتے۔ یہ صورت حال مشرکین مکہ کو بھلا کب گوارا تھی؛ چنانچہ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو سخت اذیت میں مبتلا کیا، جس کی وجہ سے آپ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کر لیا؛ مگر راستے میں قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنے سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا اے ابو بکرؓ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا قوم نے مجھے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے، اب دنیا کی سیر کروں گا اور کسی گوشہ میں اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کروں گا؛ مگر ابن الدغنے یہ کہہ کر آپ کو واپس لے آیا کہ آپ جیسے باکردار شخص کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور پھر حضرت صدیق اکبر کے لیے اپنی پناہ کا اعلان کیا۔ ابو بکر واپس تشریف لے آئے اور گھر کے صحن میں باقاعدہ مسجد بنالی۔ (۱)

مسجد ابی بکر میں نہ کوئی مستقل معلم مقرر تھا اور نہ کوئی باقاعدہ طالب علم تھا؛ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے یہ مسجد تعلیم و تربیت اور دینی مسائل سیکھنے کے لیے کئی دور کی اولین درس گاہ تھی اور یہیں سے تبلیغی خدمات انجام دی جاتی تھیں، نیز یہاں کفار مکہ کے بچے بچیاں اور عورتیں قرآن کے آفاقی پیغام کو سنتے تھے اور مائل بہ اسلام ہوتے تھے:

”حضرت ابو بکر رقیب القلب انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو روتے، اس وجہ سے آپ کے پاس لڑکے، غلام اور عورتیں کھڑی ہو جاتیں، اور آپ کی اس ہیئت کو پسند کرتے، قریش کے چند لوگ ابن الدغنے کے پاس گئے اور اس سے کہا: اے ابن الدغنے تو نے اس شخص کو اس لیے تو پناہ نہیں دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ جب نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا ہے تو اس کا دل بھرا آتا ہے اور وہ روتا ہے۔ اس کی ایک خاص ہیئت اور طریقہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں بچوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کے متعلق خوف ہے کہ کہیں یہ انھیں فتنے میں نہ ڈال دے؛ اس لیے تو اس کے پاس جا اور حکم دے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے اور اس میں جو چاہے کرے۔“

چنانچہ ابن الدغنے حضرت ابو بکر کے پاس آیا اور کہا کہ یا تو آپ اس طریقے سے باز آجائیں یا میری پناہ مجھے واپس لوٹادیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا: میں نے تیری پناہ تجھے واپس کر دی۔ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے (۲)۔

درس گاہ ہیئت فاطمہ:..... اسی طرح فاطمہ بنت خطاب کا گھر بھی دینی، تبلیغی، دعوتی، اور تربیتی مرکز کی حیثیت رکھتا

تھا۔ یہ حضرت عمر بن خطاب کی بہن ہیں جنہوں نے ابتدائی دور میں ہی اپنے خاوند سعید بن زیدؓ سمیت اسلام قبول کر لیا۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنے گھر میں ہی حضرت خباب بن الارتؓ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عمر ایک دن اسلام لانے سے پہلے تلوار لیے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے نکلے؛ لیکن راستے میں اپنی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو انتہائی غصے کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر ان کے مکان پر پہنچے تو ان کو قرآن کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول پایا، ابن اسحاق نے لکھا ہے:

وَعِنْدَهُمَا خَبَابُ بْنُ الْأَرْتِ مَعَهُ صَحِيفَةٌ فِيهَا طَه يَقْرَهُمَا أَيَاها (۳)  
 ”ان دونوں کے پاس خباب بن الارت تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طہ لکھی ہوئی تھی جو وہ ان دونوں کو پڑھا رہے تھے۔“

حضرت عمر کی زبانی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بہنوئی کے یہاں دو مسلمانوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ایک خباب بن الارت اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں۔ خباب بن الارت میری بہن اور بہنوئی کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (۴) اس سلسلہ میں حضرت عمر کا یہ بیان ہے:

وكان القوم جُلوساً يقرؤون صحيفَةً معهم (۵)

”اور ایک جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس موجود تھا۔“

بیت فاطمہ بنت خطاب کو کئی دور میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کا مرکز کہا جاسکتا ہے جہاں کم از کم دو طالب علم اور ایک معلم تھا اور اگر حضرت عمرؓ کے بیان میں لفظ ”قوم“ کا اعتبار کیا جائے تو یقینی طور پر یہاں قرآن پڑھنے والی ایک پوری جماعت کا پتہ چلتا ہے۔

درس گاہ شعب ابی طالب:..... کفار مکہ کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اپنے وحشیانہ جبر و تشدد سے اسلام کی اس تحریک کو موت کی نیند سلا دیں گے؛ لیکن جب ان کی تمام مساعی اور تدبیروں کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا ہی چلا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ اور عمر جیسے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور نجاشی کے دربار میں بھی ان کے سفیروں کو ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو اس چوٹ نے کفار مکہ کو مزید حواس باختہ کر دیا؛ چنانچہ ان لوگوں نے طویل غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے؛ چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قربت کرے گا؛ نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا (۶)۔

حضرت ابوطالب مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام خاندان بنی ہاشم سمیت شعب ابی طالب میں محرم ۷ / نبوی میں محصور ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان سمیت اس حصار میں تین سال بسر کیے۔ ایام حج میں چونکہ تمام لوگوں کو امن کی خواہش تھی؛ اس لیے حج کے موسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے باہر نکل کر مختلف قبائل عرب کو دعوت دیتے؛ جبکہ باقی اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھاٹی میں مسلمانوں کی تربیت فرماتے۔ شعب ابی طالب میں خاندان بنی ہاشم کے علاوہ صحابہ کرام کی موجودگی کے اشارات بھی ملتے ہیں۔ سہیلی نے سعد بن ابی وقاص کا بیان نقل کیا ہے جو خود بھی محصورین میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں:

”میں ایک دن از حد بھوکا تھا۔ رات کو اندھرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ مجھے اتنا ہوش بھی نہ تھا کہ میں پتہ کرتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں“ (۷)۔

اسی طرح حضرت عتبہ بن غزوہ ان نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتواں مسلمان تھا اور ہمارے پاس کھانے کے لیے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا، حتیٰ کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں“ (۸)۔

درس گاہ دار ارقم:..... حضرت ارقم بن ابی ارقم ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، حافظ ابن حجر نے بھی الاصابہ میں ابن سعد کے قول کو ہی اختیار کیا ہے؛ تاہم ابن الاثیر کے مطابق حضرت ارقم کا قبول اسلام میں دسواں یا بارہواں نمبر ہے (۹)۔

وَكَانَتْ ذَاوَةَ عَلِيِّ الصَّفَاءِ (۱۰) ”مکہ میں ان کا مکان کوہ صفا کے اوپر تھا“۔

دار ارقم کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے اس مکان کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مکان ”دار الاسلام“ کے متبرک لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے (۱۱)۔

مشرکین مکہ جب اسلام کے پھیلاؤ کو کسی طرح بھی نہ روک سکے تو انھوں نے کمزور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں آزادانہ نماز ادا کرنے سے روکتے، ذکر الہی اور تلاوت قرآن میں خلل انداز ہوتے۔ دست درازی کرتے اور اکثر ان کا رویہ انتہائی گستاخانہ ہوتا تھا۔ حالات اس قدر نازک ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کے لیے گوشوں اور گھاٹیوں تک میں محفوظ اور آزادانہ طور پر عبادت اور نماز کا ادا کرنا ممکن نہ تھا۔

”ایک دفعہ مسلمان مکہ کی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کے ایک گروہ نے انھیں دیکھ لیا اور ان کو

سخت سست کہنا شروع کیا۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک پہنچ گئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا“ (۱۲)۔

یہ وہ سنگین حالات تھے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر ”دار ارقم“ میں پناہ گزین ہو گئے؛ تاکہ مسلمان پورے انہماک سے اپنے رب کے حضور اپنی جبین نیاز کو جھکا سکیں؛ چنانچہ جلد ہی ”دار ارقم“ دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا، جہاں پر نہ صرف لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا جاتا تھا؛ بلکہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سعد اسد الغابہ میں اس کی تائید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں اس مکان میں رہتے تھے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور بہت سے لوگ یہاں مشرف بہ اسلام ہوئے“ (۱۳)۔

صاحب طبری نے بھی کئی عہد نبوت میں دار ارقم کو دعوتی، تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا ہے، جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا؛ چنانچہ حضرت ارقمؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَكَانَتْ دَارُهُ عَلَى الصَّفَا، وَهِيَ الذَّاؤُ النَّبِيُّ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِيهَا فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَفِيهَا دَعَا النَّاسَ إِلَى السَّلَامِ فَأَسْلَمَ فِيهَا قَوْمٌ كَثِيرٌ (۱۴)

”حضرت ارقمؓ کا گھر کوہ صفا پر واقع تھا، آغاز اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں رہا کرتے تھے، یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ گوشِ اسلام ہوئے“۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ دار ارقم تعلیمی و تربیتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ کئی عہد میں دعوتی انتظام و انصرام کا بھی مرکز تھا۔

”یہ ارقم بن ابی ارقم وہی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قریش سے پوشیدہ مقیم رہتے تھے۔ کھل کر سامنے آنے سے قبل، اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ارقم کا یہ مکان مکہ میں کوہ صفا پر واقع تھا؛ چنانچہ یہاں پر بہت بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا“ (۱۵)۔

دار ارقم کو مرکزِ اسلام بننے کے بعد دعوت و تبلیغ کا کام قدرے اطمینان کے ساتھ ہونے لگا۔ دعوتِ اسلام کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے بے کس، غریب اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیا و آخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔

نیز دار ارقم نہ صرف ضعفائے اسلام کی جائے پناہ تھی؛ بلکہ یہاں صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کے ساتھ اجتماعی طور

پر عبادات، ذکر اللہ اور دعاؤں کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔ اس میں وہ دعا خصوصیت سے قابل ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب اور (ابو جہل) عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے قبول اسلام کے لیے مانگی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن حضرت عمر (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر سورہ طہ کی تلاوت سنی تو کایا ہی پلٹ گئی، ان کو مکمل بہ اسلام دیکھ کر حضرت خطاب بن الارت نے انھیں خوشخبری کے انداز میں بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دار ارقم میں یہ دعا کرتے سنا ہے:

اللَّهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِأَيِّ الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ (۱۶)

”اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کی تائید فرما؛ چنانچہ حضرت عمر یہاں سے سیدھے دار ارقم پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔

دار ارقم بحیثیت دار الشوری:..... دار ارقم ”دار الاسلام“ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان کے لیے ”دار الشوری“ بھی تھا۔ پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ جیسے اہم معاملات بھی اسی جگہ باہمی مشاورت ہی سے انجام پائے۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا! اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے، جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشکل سے نجات دلادے جس میں تم گرفتار ہو“ (۱۷)

ان الفاظ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطاب صحابہ کرام کے کسی اجتماع سے ہی ہوگا جو دار ارقم میں انعقاد پذیر ہوگا۔ اسی طرح ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جمع ہوئے اور باہمی مشاورت سے طے کیا کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا، لہذا کوئی ایسا شخص ہو جو یہ فریضہ انجام دے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ ذمہ داری قبول کی اور قریش کو ان کی مجلس میں جا کر قرآن کی طرف دعوت دی (۱۸)۔

البتہ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام کی یہ مجلس مشاورت کہاں پر منعقد ہوئی؟ تاہم غالب گمان یہی ہے کہ یہ مجلس مشاورت دار ارقم ہی میں قائم ہوئی ہوگی؛ کیونکہ اس کے علاوہ صحابہ کا اجتماع کسی اور جگہ پر مشکل تھا۔

جس طرح ”عام الفیل“ اور ”حلف الفضول“، جیسے واقعات کے حوالے سے اہل مکہ اپنی معاصر تاریخ کے واقعات کا تعین کرتے تھے، مسلمان مورخین بھی کی نبوت میں سیرت و تاریخ اسلام کے واقعات کا تذکرہ اور اندراج بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں فروکش ہونے کے حوالے سے کرتے ہیں۔ مثلاً مورخ ابن الاثیر نے مسعود

بن ربیعہ، عامر بن فہیرہ، معمر بن حارث وغیرہ کے تراجم (تذکروں) میں وضاحت کی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں منتقل ہونے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ اسی طرح معصب بن عمیر، صہیب بن سنان، طلیب بن عمیر، عمار بن یاسر، عمر فاروق وغیرہ کے تذکروں میں ابن الاثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ دار ارقم میں جا کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے (۱۹)۔

مہاجرین مکہ میں سے اولین و سابقین اسلام کے قبول دین حق کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا ہے کہ وہ حضرات کون کون تھے جو دار ارقم کو دعوت دین کا مرکز بنانے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابن سعد نے مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے تذکروں میں یہ بات خصوصیت سے ذکر کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف فرما ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے:

حضرت خدیجہ، ابوبکر، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، زید بن حارثہ، عبیدہ بن حارث، ابو حذیفہ بن عتبہ، عبد اللہ بن جحش، عبد الرحمن بن عوف، عبد اللہ بن مسعود، خباب بن الارت، مسعود بن ربیع، واقد بن عبد اللہ، عامر بن فہیرہ، ابوسلمہ بن اسد، سعید بن زید، عامر بن ربیعہ، خنیس بن حذافہ، عبد اللہ بن مظعون اور حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اسی طرح ابن سعد نے ان بزرگوں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھی ہے جو دار ارقم کے اندر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابہ کرام میں حضرت صہیب، عمار بن یاسر، معصب بن عمیر، عمر بن خطاب، عاقل بن ابی بکر، ایاس بن ابی بکر اور خالد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم شامل ہیں (۲۰)۔

دار ارقم میں قیام کی مدت:..... تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرز ترتیب سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک دار ارقم کو دین حق کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنانے کا واقعہ ایک ایسا نقطہ تغیر ہے جس نے دنیا کی بے مثال اور انقلابی اسلامی تحریک کو ایک نیاز خ عطا کرنے میں ایک محفوظ پناہ گاہ اور بے مثال تربیت گاہ کا کام دیا۔ اس بات پر تمام مورخین اور محققین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق کے قبول اسلام تک دار ارقم میں ہی مقیم رہے؛ جبکہ بعض روایات کے مطابق حضرت عمر نے نبوت کے چھ سال میں اسلام قبول کیا تھا؛ البتہ مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں کب فروکش ہوئے اور کتنا عرصہ دار ارقم مسلمانوں کی پناہ گاہ کا کام دیتا رہا۔ اگرچہ بعض مورخین نے دار ارقم میں قیام کی مدت کے حوالے سے چھ ماہ اور ایک ماہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں (۲۱)۔

لیکن اگر ماخذ تفصیلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دار ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کافی مدت تک رہا ہے۔ اگرچہ اس مدت کا تعین تو مشکل ہے اور یہ بتانا بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب دار ارقم

میں پناہ گزین ہوئے؛ تاہم مورخین کے بعض نامکمل اشارات سے ہم اس مدت کا اندازہ کر سکتے ہیں، مثلاً ابن الاثیر نے حضرت عمر کے قبول اسلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے نکلے۔ ان کا ارادہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا تھا۔ مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دار ارقم میں جمع تھے۔ جو کوہ صفا کے پاس تھا۔ اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں میں سے تقریباً چالیس مردوزن کے ساتھ وہاں پناہ گزین تھے جو ہجرت حبشہ کے لیے نہیں نکلے تھے (۲۲)۔

ابن الاثیر کے اس قول سے واضح ہوتا ہے:

(۱)..... حضرت عمرؓ نے ہجرت حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا جبکہ ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ ماہ رجب ۵ نبوی میں پیش آئی (۲۳)۔

(۲)..... دار ارقم میں صرف وہ مسلمان پناہ گزین ہوئے تھے جو کسی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کر سکے تھے۔ لہذا ان باقی ماندہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس تھی، نہ کہ اس وقت تک اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد ہی چالیس تھی۔

پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کا فیصلہ دار ارقم ہی میں باہمی مشاورت سے ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اگر حضرت عمر کے قبول اسلام اور ہجرت حبشہ کے درمیانی عرصہ کو شمار کیا جائے تو وہ بھی ایک سال سے زائد ہی بنتا ہے؛ جبکہ یہ یقینی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت حبشہ سے کافی پہلے دار ارقم میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی ایک دو سالوں میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں مقیم ہو گئے تھے۔ مثلاً ابن الاثیر حضرت عمار بن یاسر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے اسلام لانے کے بعد) دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانچ غلام، عورتیں اور ابو بکر صدیق تھے“ (۲۴)۔ مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عمار بن یاسر ابتدا میں اسلام قبول کرنے والے سات آدمیوں میں سے تھے (۲۵)؛ جبکہ اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دار ارقم میں جا کر اسلام قبول کیا (۲۶)۔ اس صورت میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائے اسلام ہی میں دار ارقم میں قیام پذیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت حمزہ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال اور بعض نے اعلان نبوت کے چھٹے سال۔ لیکن محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے؛ چنانچہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

وَأَسْلَمَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْبَيْعَةِ وَلَا زَمَ نَصْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَاجَرَ مَعَهُ



”آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ہجرت کی“

أَسْلَمَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْمَبْعُوثِ (۲۸) ”آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے“ حضرت عمر نے حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام قبول کیا اور علماء محققین کی یہ رائے بھی بیان کی گئی ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمر نے نبوت کے دوسرے سال حضرت حمزہ کے تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ اس قول کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ آپ سے پہلے انتالیس مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے چالیس کا عدد پورا ہوا۔ حضرت عمر کا بیان ہے:

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لایچکے ہیں اور میں نے ایمان لا کر چالیس کا عدد مکمل کیا“ (۲۹)۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اگر محققین کے اس قول کا اعتبار کیا جائے کہ حضرت حمزہ اور عمر نے نبوت کے دوسرے سال ہی اسلام قبول کر لیا تھا تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ بہت ابتدا ہی میں دار ارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکے تھے؛ کیونکہ اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں حضرات نے دار ارقم میں ہی جا کر اسلام قبول کیا تھا۔

خلاصہ:..... مورخین اسلام اور سیرت نگاروں کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آنے والے طالبانِ حق کو دعوتِ اسلام دیتے تھے اور جو یہاں آیا فیض ہدایت پا کر ہی نکلا۔

..... دار ارقم مسلمانوں کے لیے اطمینانِ قلب کا مرکز تھا، بالخصوص نادار، ستائے ہوئے اور مجبور و مقہور اور غلام یہاں آکر پناہ لیتے تھے۔

..... یہاں پر ذکر اللہ اور وعظ و تذکیر کا فریضہ بھی مسلسل انجام پاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اجتماعی دعائیں بھی فرماتے تھے۔ حضرت خباب کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محسنِ انسانیت یہاں راتوں کو بھی بندگانِ خدا کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا فرماتے تھے۔

..... اس مکان میں مبلغین اسلام کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا تھا، تبلیغ کے آئندہ منصوبے بنتے تھے اور خود مبلغین

کی تربیت کا کٹھن کام بھی انجام پاتا تھا۔ دارالرقم کے تربیت یافتہ معتمدین میں سے حضرت ابو بکر، خباب بن الارت، عبد اللہ بن مسعود اور مصعب بن عمیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

..... دارالرقم مسلمانوں کے لیے ”دارالاسلام“ ہونے کے ساتھ ساتھ ”دارالشوری“ بھی تھا، جس میں باہمی مشاورت سے آئندہ تبلیغ کے منصوبے بنتے تھے۔ ہجرت حبشہ کا فیصلہ بھی باہمی مشورہ سے یہیں پر طے ہوا، اور اس جگہ کو تاریخ اسلام میں وہی مقام حاصل تھا جو قریش کے ہاں دارالندوہ کو حاصل تھا۔

..... دارالرقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پناہ گزین ہونا ایک تاریخ ساز مرحلہ تھا اور یہ بھی حلف الفضول، حرب الخجرا اور عام الفیل جیسا واقعہ تھا جس طرح کفار مکہ اپنی معاشرہ تاریخ کا تعین ان واقعات سے کرتے تھے، اسی طرح مسلمان مورخین بھی مکی عہد نبوت میں پیش آنے والے واقعات کا تعین دارالرقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہونے سے قبل اور بعد کے حوالے سے کرتے ہیں۔

..... حضرت ارقم ان لوگوں میں سے جو اسلام کی دولت سے سرفراز ہو گئے تھے اور انھوں نے شروع میں ہی اپنے مکان کو تعلیمی، تربیتی اور دعوتی سرگرمیوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جو مکی دور میں اسلام کی نشر و اشاعت کا اہم ترین مرکز قرار پایا۔

..... مورخین کے مختلف بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ دارالرقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی مدت ایک سال سے بہر حال زائد تھی۔

..... کفار مکہ مسلمانوں کے دارالرقم میں پناہ گزین ہونے سے پوری طرح واقف تھے؛ تاہم دارالرقم کی اندرونی سرگرمیوں اور منصوبہ بندیوں سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔

..... شعب ابی طالب میں صحابہ کرام کی موجودگی کا بھی واضح طور پر اشارہ ملتا ہے۔ محصوری کے اس دور میں جس قدر وحی نازل ہوئی، یقیناً شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کی تعلیم دی ہوگی اور یہاں صحابہ کرام بھی دینی امور پر تبادلہ خیال کرتے ہوں گے۔ اس لحاظ سے شعب ابی طالب کو بھی مکی عہد نبوت کا ایک دعوتی مرکز قرار دیا جاسکتا ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تین سال تک تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔

..... آخری بات یہ ہے کہ ہمیں موجودہ زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے، سطور بالا میں، مکی دور میں اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوتی مساعی کو بڑی حکمت اور مصلحت سے پیش کیا ہے آپ کا یہ اسوہ تمام انسانیت کے لیے نمونہ ہے۔

☆.....☆.....☆

## حوالہ جات

- (۱) ... صحیح البخاری، کتاب الکفالة، باب جور اربابی بکر الصديق في عهد النبي صلى الله عليه وسلم (۲) ... ابن هشام۔ دخول ابى بكر في جوار ابن الدغنه ورد جواره عليه، ۱/۲۱۱ (۳) ... ابن هشام، اسلام عمر بن الخطاب ۱/۳۸۲ (۴) ... السيرة الحلبية، ۲/۱۳ (۵) ... السمهودى، نور الدين على بن احمد السيرة الجيلة "۱۳/۲ دار العفانس۔ الرياض (۶) ... ابن هشام، خبر الصحيفة۔ ۱/۲۸۸ (۷) ... الروض الانف، حديث نقض الصحيفة، ۱/۲۳۲، حلية الاوليا، تذكره سعد بن ابى وقاص، ۱/۱۳۵، ۱۳۶ (۸) ... المسند، حديث عتبه □ بن غزوان، ح: ۲۰۰۸۶، ۲۲/۵۲۔ الاستيعاب، تذكره عتبه بن غزوان ۳/۱۰۲۶۔ حلية الاوليا، تذكره سعد بن ابى وقاص، ۱/۱۳۳ (۹) ... اسد الغابه، تذكر ارقم بن ابى ارقم، ۱/۶۰ (۱۰) ... المستدرک۔ تذكره ارقم بن ابى ارقم ۳/۵۰۲ (۱۱) ... ابن سعد تذكره ارقم بن ابى ارقم۔ ۳/۲۳۳ (۱۲) ... ابن هشام مباداة رسول الله صلى الله عليه وسلم قومه وما كان منهم، ۱/۲۳۶ (۱۳) ... المستدرک تذكره ارقم بن ابى ارقم، ۳/۵۰۲ (۱۴) ... الطبرى، محمد بن جرير۔ تاريخ الامم والملوك "۱۳/۲۳۰ (۱۵) ... ابن عبدالبر "الاستيعاب الاصحاب" تذكره ارقم بن ابى ارقم ۱/۳۱۔ دار الجليل بيروت ۱۹۹۲ء (۱۶) ... ابن هشام اسلام عمر بن الخطاب ۱/۳۸۳۔ الكامل فى التاريخ ۲/۵۸ (۱۷) ... ابن هشام، ذكر الحجرة الاولى الى ارض الحبشه، ۱/۳۵۸ (۱۸) ... ايضاً اول من جهربالقرآن، ۱/۳۵۱ (۱۹) ... تفصيل كے ليے "اسد الغابه" ميں ان صحابہ كرام كے تراجم ملاحظہ كيجيے (۲۰) ... ابن سعد، ۲/۵۸، ۲۴۳، ۲۴۵ (۲۱) ... حلية الاوليا، ۱/۱۹۲۔ ۱۹۵ (۲۲) ... الكامل فى التاريخ، ۲/۵۸ (۲۳) ... زاد المعاد، ۲/۱۰۰۔ تاريخ الامم ولملوك، ۱/۹۵ (۲۴) ... اسد الغابه تذكره عمار بن ياسر ۲/۲۳ (۲۵) ... ايضاً (۲۶) ... ايضاً (۲۷) ... الاصابه، تذكره حمزه بن عبدالمطلب، ۱/۳۵۳ (۲۸) ... الاصابه، تذكره حمزه بن عبدالمطلب، ۱/۳۶ (۲۹) ... ابن حجر، ابوالحسن، احمد بن على "فتح البارى" كتاب فضائل الصحابه، مناقب عمر بن الخطاب، ۴/۲۸، دار المعرفه

بيروت

☆.....☆.....☆